THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

حس ومزاح کے تدریسی اسالیب پر اثرات: سیرت کی روشنی میں

The Impact of Humor on Teaching Methods: In Light of the Prophet's Biography (Seerah)

ڈاکٹر محمد فیض الابرار: اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی جامعہ کراچی

ڈاکٹر حبیب الرحمن یزدانی: (وزٹنگ اسسٹنٹ پروفیسر چکوال یونی ورسٹی چکوال)

حافظ محمد انس : باحث ایم ایس (سیرہ والتاریخ) انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

This research article examines that the impact of humor on teaching methods in the light of the Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ. The Prophet ﷺ used humor appropriately as an effective means of communication, education, and character building while maintaining truthfulness, dignity, and moral boundaries. The Prophet's teaching methodology demonstrates that suitable humor can create a friendly learning environment, reduce psychological barriers, strengthen relationships between teacher and learner, and enhance student's attention and understanding. This study analyzes selected examples from the Prophetic Seerah and Ahadith to identify the educational principles underlying the Prophet's ﷺ use of humor. It also explores the relevance of these principles to contemporary teaching practices. This research concludes that balanced and purposeful humor can make the teaching process more engaging and effective when it is consistent with Islamic ethical values.

Keywords: *Humor, Teaching Methods, Prophetic Seerah, Islamic Education, Teaching Methodology, Educational Psychology.*

تمہید

اسلام ایک معتدل، فطری اور متوازن دین ہے جو انسان کو خشک مزاجی کے بجائے شائستگی، خوش طبعی اور حسنِ اخلاق کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو ایک کامل معلم اور مربی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں جہاں مختلف شعبہ ہائے زندگی کی طرح شعبہ تدریس بھی افراط و تفریط اور تناؤ کا شکار نظر آتا ہے، اور کہیں سخت گیری کی وجہ سے طلبہ میں تعلیمی بیزاری پیدا ہو رہی ہے، وہاں سیرتِ طیبہ اور نبوی اسالیبِ تدریس سے رہنمائی حاصل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں رسول اللہ ﷺ کے بطور معلم کلیدی کردار، تدریسی اسالیب، تدریسی نفسیات اور بالخصوص دورانِ تدریس خوش طبعی و حسِ مزاح کے اثرات، فوائد اور اس کے شریعت مطہرہ میں مقرر کردہ حدود و ضوابط کا تفصیلی علمی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس تحقیقی عنوان کو درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لا کر موضوع کا احاطہ کیا گیا ہے:

اول: تدریسی اسالیب؛ مفہوم، جہات و طرق

دوم: حسِ مزاح، نفسیاتِ نبوی کی رو سے

سوم: رسول اللہ ﷺ بطورِ معلم؛ ایک عمومی تعارف

چہارم: رسول اللہ ﷺ کا دورانِ تدریس اسوۂ مزاح و مفید اثرات (معلم، طالب علم، تعلیمی ادارہ)

اول: تدریسی اسالیب، مفہوم وجہات وطرق

تدریس ایک فن ہے، اور ایک استاد کا 'فنِ تدریس' کے اصول وضوابط سے واقف ہونا ضروری ہے۔ نفسِ مضمون کو معیاری اور نفسیاتی انداز میں پیش کرنا ہی حقیقی تدریس ہے۔ اس میں کسی بھی موضوع کی تدریس سے پہلے سابقہ معلومات کا اعادہ اور جائزہ بے حد اہمیت کا حامل ہے، جبکہ مطلوبہ موضوع سے متعلق جدید تحقیقات ورجحانات سے آگاہی بھی تدریس کو مؤثر بناتی ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

تدریسی اصولوں کا علم اساتذہ کو تدریسی لائحۂ عمل کی ترتیب اور منظم منصوبہ بندی کا عادی بناتا ہے۔ تدریسی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اساتذہ مؤثر اور عملی تدریس کو ممکن بناسکتے ہیں۔ تدریسی اصول: بامقصد تدریس، جدید تعلیمی رجحانات، تجزیہ و تنقید، مطالعہ و مشاہدہ، اور شعور و دلچسپی کو فروغ دیتے ہیں۔

تدریسی اصولوں پر کاربند استاد معلم سے زیادہ ایک رہنما اور رہبر کے فرائض انجام دیتا ہے۔ جدید تعلیمی نظریات کی روشنی میں بھی استاد صرف ایک مدرس اور معلم ہی نہیں، بلکہ ایک رہبر اور رہنما بھی ہوتا ہے۔

ان تدریسی اسالیب سے باخبر استاد، بنیادی تدریسی و نفسیاتی اصولوں کی یکجائی سے تعلیم و اکتساب کو طلبہ مرکوز بنادیتا ہے۔ ذیل میں اہمیت کی حامل چند نمایاں تدریسی جہات کو بیان کیا جارہا ہے:

1) **ترغیب و تشویق بطور قوت محرکہ:** اس کا شمار تدریسی اسالیب میں اساسی حیثیت کا ہے۔ اس کے بغیر موثر تدریس ناممکن ہے۔ طلبہ میں اکتسابی میلانات کا وجود اس کی وجہ سے ہی ممکن ہوتا ہے کیونکہ مثالی تدریس طلبہ میں کسی مثبت محرک کا مطالبہ کرتی ہے۔ بغیر محرک اکتساب ممکن ہی نہیں ہے۔[1]

2) **معلم و طالب علم کی تدریسی عمل میں شراکت:** تدریس حقیقت میں دوطرفہ عمل ہے۔ جس میں معلم اور طالب علم شریک ہوتے ہیں۔ موثر تدریس اور کامیاب اکتساب کے لئے ان دونوں کی بھرپور شرکت لازمی تصور کی جاتی ہے۔ طالب علم کی شرکت کے بغیر اس میں اکتسابی دلچسپی کی نمو ناممکن ہوتی ہیں۔ لہذا مذکورہ بالا محرک کے بعد سب سے نمایاں مقام سرگرمیوں پر مبنی تدریس و اکتساب (Activity Based Teaching) کو حاصل ہے۔ کیونکہ ان سرگرمیوں کے ذریعے طلبہ میں عملی اکتساب (Practical Learning) فروغ پاتی ہیں۔

3) **طریقہ تدریس کا اختیار:** دوران تدریس استاد جو تدریسی حکمت عملی اختیار کرتا ہے اسے طریقہ تدریس کہتے ہیں۔ تدریسی طریقہ کار معلومات کی منتقلی اور طلبہ میں علم سے دلچسپی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کیونکہ تدریس معلومات کی منتقلی کا نام نہیں ہے بلکہ طلبہ میں ذوق و شوق کو پیدا کرنے کا نام ہے۔

4) **مقاصد تعلیم کا تقرر:** اختیار کردہ تعلیمی پروگرام اور سرگرمیوں کے پہلے سے طے شدہ مقاصد ہونے چاہیے۔ ان کے حصول کے لئے مناسب لائحہ عمل کے تحت اساتذہ کو تعلیمی سرگرمیوں کو منتخب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ واضح رہے کہ تعلیمی سرگرمیاں تعلیمی مقاصد سے مربوط ہونی چاہیئے۔ ورنہ تعلیمی مقاصد کا حصول اور بامقصد اکتساب دونوں بھی ناممکن ہو جاتے ہیں۔[2]

5) **احترام طالب علم:** یہ تدریس کا سب سے اہم اصول ہے۔ بچے کی انفرادیت اور اس کی شخصیت کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر اساتذہ کو تدریسی خدمات انجام دینی چاہیئے۔ دوران تدریس بچے کی انفرادیت اور اس کے اکتسابی تنوع (Learning Diversities) کا خاص خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر بچے کی ذہنی صلاحیت، ذہانت، جذباتیت، احساس دلچسپی اور ضروریات میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا فائدہ استاد اور شاگرد میں وابستگی کی صورت میں نکلتا ہے اور کند ذہن طالب علم بھی تعلیم میں دلچسپی لینے لگتا ہے۔[3]

اور اس احترام کا ایک پس منظر قرآن مجید نے سیرت طیبہ کے پس منظر میں بیان کیا کہ اپنے طالب علم کی رہنمائی کی اس حد تک فکر ہو جیسا کہ قرآن میں ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيْثِ أَسَفاً [4]

لگتا ہے اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے تو آپ ان کے پیچھے اپنے نفس کو ہلاک کرڈالیں گے۔

6) **تخلیقی طریقہ ہائے تدریس کا استعمال:** موثر تدریس، بہتر اکتساب اور طلبہ میں اختراعی صلاحیتوں کے فروغ کے لئے اساتذہ کے لیے لازم ہے کہ تخلیقی طریقہ ہائے تدریس کو بروئے کار لائیں۔ طلبہ میں ہر قسم کی تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ضروری ہوتا ہے اور تخلیقی تدریس اس اہم کام کی تکمیل میں ایک اہم عنصر تصور کی جاتی ہے۔

7) **سابقہ معلومات کا موجودہ علم سے مرتبط کرنا:** معلومات زندگی کو عملی زندگی سے جوڑنا ہی (principal of correlation) کہلاتا ہے۔ اس کے

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ذریعے علم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے طلبہ کے ذہنوں میں محفوظ ہو جاتا ہے۔بلکہ بوقت ضرورت ان معلومات کو بازیاب (Retention and Retrieval) کرنے کی صلاحیت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔[5]

اور یہ اسلوب رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں اس طرح ملتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:

«نَحن معاشر الْأَنْبِيَاء أمرنَا أَن ننزل النَّاس مَنَازِلهمْ ونكلمهم عَلَى قدر عُقُولهمْ»[6]

ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کے مراتب و درجات کا خیال رکھیں اور ان سے ان کی عقلی صلاحیت کے مطابق گفتگو کریں۔

8) **تعلیمی وسائل کا استخدام** : تدریس کو موثر اور دلچسپ بنانے کے لئے بہتر طریقہ تدریس کے ساتھ تدریسی حکمت عملی (teaching strategies)، تعلیمی معاون اشیاء(Teaching aids) کا استعمال تدریسی اھداف کے حصول میں مددگار ہوتا ہے اور ان وسائل کا انتخاب کمرۂ جماعت، طلبہ کی استعداد، اور ذہنی تنوع کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔

9) **اخلاقی نظم وضبط:** تدریس کا اہم مقصد طلبہ میں صحت مند اقدار کی منتقلی، صحت مند رویوں، عادات کی تشکیل و استحکام، نظم وضبط کا فروغ، کردار سازی، زندگی میں معاون مہارتوں اور عزت نفس کا فروغ ہے۔

10) **اعادہ، تعین قدر، جانچ:** ان کے ذریعے اکتساب کی ترقی اور تدریس کی تاثیر کا پتا چلتا ہے۔ اساتذہ کے لیے لازم ہے کہ موثر تدریس اور مستحکم اکتساب کے لئے اپنی تدریسی حکمت عملی میں جانچ اور اعادہ کو لازما جگہ دیں۔ان کے ذریعہ استاد طلبہ کی اکتسابی ترقی میں مانع عوامل سے واقف ہوتا ہے۔ اساتذہ طلبہ کی جانچ وپیمائش کے بعد اصلاحی تدریس کے ذریعہ اکتسابی کوتاہیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔[7]

اسالیب تعلیم:

اسالیب تعلیم میں تمہید ایک بنیاد ہے جس میں طالب علم کی توجہ اپنی اور اپنے موضوع کی طرف مبذول کروانا مقصود ہوتا ہے اور اس کے ایک سے زائد طریقے جنہیں اگر سیرت طیبہ کی روشنی میں مرتب کیا جائے تو اس کی ایک سے زائد اشکال ممکن ہیں۔

تعلیمی وسیلہ کا استعمال: کسی بھی موضوع میں دل چسپی کسی مختصر ویڈیو کلپ کے ذریعے ممکن ہے جو اس سے متعلق ہو جیسا کہ سورۃ الاعراف میں مذکور تباہ شدہ اقوام میں سے کسی قوم کے بارے میں بات کرنا ہو کہ ان پر تباہی کیوں آئی تھی تاکہ ہم اس سے بچ سکیں اس پس منظر میں اس علاقے کی مختصر ویڈیو کلپ بہت مفید ہو گا۔

مکالماتی اسلوب (حوار): قرآن مجید میں سورتوں کے آغاز اور احادیثِ نبویہ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں جن میں حوار (سوال وجواب) کے ذریعے گفتگو کی گئی ہے۔اس اسلوب کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ سامع (سننے والے) کی مکمل توجہ حاصل ہو جاتی ہے۔

مثلاً:

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ [8]

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ [9]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ [10]

اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی یہ انداز بکثرت ملتا ہے، جیسے:

«أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟» [11]

«أَتَدْرُونَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟» [12]

«هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا؟» [13]

جدید دور میں کئی مضامین، بالخصوص لسانیات وغیرہ کی تدریس میں مکالماتی اندازِ گفتگو کو ایک نہایت مؤثر تدریسی تکنیک (Pedagogical Technique) سمجھا جاتا ہے۔

قصہ وکہانی: ایسا قصہ یا کہانی جس کا موضوع سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہو۔ جیسا کہ آزمائش کے حوالے سے گفتگو کرنی ہو تو اصحابِ کہف کا قصہ سنایا جا سکتا ہے۔ ان قصص کے ذریعے یہ بتانا مقصود ہے کہ کس طرح انبیاء نے اپنی اقوام تک اللہ کا پیغام پہنچایا، ہدایت کا درس دیا، نہ صرف زبانی تبلیغ کی بلکہ عملی نمونہ بھی پیش کیا؛ الغرض درس وتدریس کے حوالے سے مختلف طریقے اپنائے لیکن اکثریت نے ان کی بات نہ مانی اور پھر انہیں اللہ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

قرآن مجید کے ان قصوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے ایک استاد طلبہ کو، ایک طرف اردگرد کے ماحول اور محنتی و فرمانبردار بچوں، اور دوسری طرف نافرمان، سست اور کاہل بچوں کی مثالیں دے کر یہ باور کرا سکتا ہے کہ جس نے محنت کی وہ کامیاب ہو گیا، اور جس نے غفلت اور نافرمانی کا مظاہرہ کیا وہ ناکام ہو گیا۔

ضربُ الامثال: مطلوبہ موضوع سے متعلق کوئی ضرب المثل یا محاورہ بیان کرنا۔ سیرتِ طیبہ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، بلکہ اس موضوع پر باقاعدہ کتب لکھی گئی ہیں۔ مثلاً:

«مَثَلُ الَّذِي لَا يُتِمُّ صَلَاتَهُ كَمَثَلِ الْحُبْلَى جَمَلَتْ فَلَمَّا دَنَا نِفَاسُهَا أَسْقَطَتْ» (14)
«مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الأُتْرُجَّةِ...» (15)
(كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا) (16)

اور کہیں آپ ﷺ نے نہر میں نہانے سے جسمانی میل صاف ہونے کو بطورِ مثال بیان فرمایا، اور بتایا کہ اسی طرح روحانی میل سے پاک ہونے کے لیے نماز ضروری ہے۔ (17)

خلاصۂ گفتگو یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دورانِ تعلیم مختلف مثالیں بیان کیا کرتے تھے تاکہ سامعین کے لیے بیان کردہ بات کو اچھی طرح سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ ضرب الامثال سے ہٹ کر دیکھا جائے تو عمومی طور پر مثالوں کے ذریعے مشکل اور مجرد تصورات ذہن نشین کروانا ایک نہایت اہم تدریسی مہارت سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا معلم کو چاہیے کہ قرآن کے اس اندازِ تدریس سے سبق حاصل کرتے ہوئے عام فہم اور روزمرہ زندگی سے لی گئی مثالوں کے ذریعے مشکل تصورات بچوں کے ذہن نشین کروائے۔

معاون وسائلِ توضیح: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات کی وضاحت کے لیے ممکنہ حسی و معنوی وسائلِ تعلیم کا استعمال فرمایا جس سے سامعین پر بات بالکل واضح ہو جاتی تھی۔ یہ وسائل مختلف اقسام پر مشتمل تھے جن کا مکمل احاطہ ایک الگ موضوع کا متقاضی ہے، لیکن بطورِ مثال عرض ہے جیسے:

«بُعِثْتُ أَنَا وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ» (18)

اور (یہ فرماتے ہوئے) آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا، جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور وقوعِ قیامت کے درمیان زمانی قربت بیان کی گئی ہے۔ یعنی ہاتھ کے اشارے کا استعمال بطورِ تعلیمی وسیلہ کیا گیا۔ اسی طرح ایک حدیث میں لکیروں اور شکلوں کے استعمال کا ذکر بھی ملتا ہے۔ (19)

تدریب: تعلیم بالعمل کامیاب ترین تعلیمی وسیلہ ہے، اس کی دو صورتیں ہیں:

اول: جس بات کا معلم شاگردوں کو حکم دے، وہ خود بھی اس پر عمل کرے اور جس بات سے روکے، اس سے خود بھی رک جائے۔ اسے اصطلاح میں "قدوہ" یا "اسوہ" کہا جاتا ہے، اور اس حوالے سے کہا جاتا ہے کہ "Actions speak louder than words" (عمل کا اثر الفاظ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے)۔

دوم: معلم اپنی بیان کردہ بات کو طالب علم کے روبرو عملی طور پر کر کے دکھائے؛ اس کا اثر سامع کے ذہن میں محض الفاظ کے ذریعے سمجھائی گئی بات سے کہیں زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

سیرتِ طیبہ میں ان دونوں امور کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جن کی ایک واضح مثال (غزوۂ خندق کے موقع پر) خندق کھودنے کے کام میں خود شریک ہونا۔ (20) ظالموں سے عفو و درگزر فرمانا، اور اپنے اہل خانہ سے عمدہ و بہترین سلوک کرنا وغیرہ ہے۔

ذہن سازی: تمہید کا سب سے بڑا ہدف طالب علم کی ذہن سازی ہوتا ہے جس کے ذریعے استاد شاگرد کو صرف پڑھاتا نہیں ہے بلکہ اس کی تربیت بھی کرتا ہے اور طالب علم کی ذہن سازی میں دو عناصر سب سے اہم ترین کردار ادا کرتے ہیں اول استاد کی اپنے مضمون پر مکمل مہارت اور دوم اس کا صاحب اخلاق ہونا۔

دوم: حس مزاح نفسیاتِ نبوی کی رو سے

جس طرح دیگر معمولاتِ زندگی میں رسول اللہ ﷺ نے امت کی مکمل رہنمائی فرمائی، اسی طرح ظرافت اور مزاح کے بارے میں بھی امت کو (کسی اور کا) محتاج نہ رکھا؛ اس لیے کہ مزاح انسانی فطرت کا ایک لازمی جزو ہے۔ اگر اس موضوع کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا تو انسان مزاح میں افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا، اور ایک معلم اس باب میں سب سے زیادہ اسوۂ حسنہ کا محتاج ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اسلام ایک معتدل دین ہے؛ اس میں اگر خشیت و خوف ہے تو مخلوقِ خدا کے ساتھ خوش طبعی اور خوش کلامی بھی ہے، جس سے گفتگو میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ" (21)

"تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا تیرے لیے صدقہ ہے۔"

استاد کو سیرت کے یہ قوانین سمجھنے کی بہت ضرورت ہے کہ اس کی تدریس و تعلیم میں مزاح نہ تو حد سے تجاوز کرے کہ طالب علم کے دل سے تعلیمی ماحول کا احترام ہی ختم ہو جائے، اور نہ ہی ایسا ہو کہ استاد بالکل خشک مزاج بن جائے جس سے طالب علم اس ماحول سے خوفزدہ ہو کر تعلیم ہی سے متنفر ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی مجالس گو کہ وقار، متانت اور سنجیدگی کا مظہر تھیں، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کی خوش طبعی ان مجالس کو خوشگوار بناتی رہتی تھی۔ علمِ نفسیات کی رو سے حسِ مزاح سے خالی ہو جانا انسان کے مزاج کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ تاہم، یہاں اس بات کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اسلام کا تصورِ تفریح مغرب کے تصورِ تفریح سے یکسر مختلف ہے، جس میں کچھ حدود و ضوابط ہیں جن کی پابندی از حد ضروری ہے؛ کیونکہ اسلام جن تفریحی مشاغل کی اجازت دیتا ہے، ان سے انسان کو دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور وہ حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرتا ہے، جبکہ مغرب کے تصورِ تفریح میں سینما، رقص و سرور، شراب نوشی اور مرد و زن کا آزادانہ اختلاط وغیرہ نمایاں ہیں۔ اسلام میں تفریح ایک ذریعہ (وسیلا) ہے، جبکہ مغرب میں تفریح زندگی کا اصل مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی دنیا کے افراد روحانی و نفسیاتی خوشی و اطمینان سے محروم ہو چکے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ 'مزاح کرنے' اور 'مزاح اڑانے' میں فرق ہے؛ مزاح کرنا ایک جائز کیفیت ہے، جبکہ کسی کا مزاح اڑانا ممنوع امر ہے۔ معلم کے لیے افراط و تفریط اور کثرتِ مزاح ممنوع ہے، بلکہ قرآن مجید نے اس کا ایک اور اہم پہلو واضح کر دیا کہ اگر مزاح ایذا رسانی کی حد تک پہنچ جائے تو یہ 'سخریہ' (استہزا / تمسخر) بن جاتا ہے جس کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ" (22)

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم کا تمسخر (مزاح / مذاق) نہ اڑائے۔"

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ کس طرح مزاح کرتے تھے، اس کی ایک عمدہ تصویر اس حدیث میں ملتی ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کیا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: "میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔" سائل نے عرض کیا: "میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا (وہ تو بوجھ نہیں اٹھا سکتا)؟" اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر اونٹ کسی نہ کسی اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے۔" (23)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "اے دو کانوں والے!" (24)

آپ ﷺ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو 'دو کانوں والا' کہہ کر پکارنا ظرافت اور خوش طبعی پر مبنی تھا۔ ایک استاد بھی اپنے شاگردوں کو (اس طرح کے پیار بھرے انداز میں) پکار سکتا ہے، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کی اپنے استاد کے ساتھ محبت و عقیدت میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور جنت میں داخلے کی التجا کی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: "کوئی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہو گی۔" اس پر وہ عورت رونے لگی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس بوڑھی عورت کو (تسلی دیتے ہوئے) فرمایا کہ جنت میں داخل ہوتے وقت تمام عورتوں کو دوشیزہ (جوان) بنا دیا جائے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ۝ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا" (25)

"بیشک ہم نے ان (جنتی عورتوں) کو ایک خاص اٹھان کے ساتھ پیدا کیا ہے، پھر ہم نے ان کو دوشیزہ (جوان) بنا دیا ہے۔"

آپ ﷺ کا یہ مزاح حقیقت پر مبنی تھا، مگر آپ ﷺ نے ایک سچی بات کو لطیف انداز میں بیان فرما کر امت کو یہ تعلیم دی کہ کبھی کبھار دل جوئی کے لیے ایسا مزاح کر لینا چاہیے۔

ایک مرتبہ ایک عورت اپنے کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، تو آپ ﷺ نے اس عورت سے بطورِ مزاح فرمایا: "جلدی سے اپنے شوہر کے پاس جاؤ، اس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔" وہ عورت گھبرا کر اپنے شوہر کے پاس پہنچی، اس کے شوہر نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ جب اس عورت نے ماجرا سنایا تو اس کے شوہر نے کہا: "کیا کسی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

انسان کی آنکھ بغیر سفیدی کے بھی ہوتی ہے؟(ہر آنکھ میں سیاہی کے ساتھ سفیدی بھی ہوتی ہے)"۔[26] وہ عورت اس مزاح سے اس قدر خوش ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس قدر شفقت و محبت فرمائی۔

بلکہ ایک روایت کے مطابق تو یہاں تک بیان کیا گیا ہے:

"جنت میں ایک محل ہے جسے 'دارُ الفَرَح' (خوشی کا گھر) کہا جاتا ہے، اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش رکھتے ہیں۔"[27]

چونکہ شاگرد بھی روحانی اولاد کا درجہ رکھتا ہے، اس لیے اگر اسے بھی خوش رکھا جائے اور اس کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا جائے، تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ عمل استاد کے لیے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن جائے۔

ایک صحابی سے رسول اللہ ﷺ نے (بطورِ مزاح) پوچھا: "تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگتی ہے؟" تو وہ شخص خاموش ہو کر سوچ میں پڑ گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم اپنی ماں کو بھول گئے ہو؟"

لیکن مزاح کے ان تمام واقعات میں ایک بنیادی بات ہمیشہ مد نظر رہنی چاہیے، جس کا اظہار خود رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا:

"إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا" [28]

"(بیشک میں مزاح تو کرتا ہوں) مگر حق اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہتا۔"

یعنی مزاح میں اعتدال اور میانہ روی ہونی چاہیے؛ نہ تو ہر وقت کی خشک مزاجی مناسب ہے اور نہ ہی مزاح کسی ناجائز کام یا معصیت پر مشتمل ہو۔ اگر کوئی شخص محض لوگوں کو ہنسانے یا ان کی تفریح کے لیے جھوٹ بولے تو یہ ہرگز جائز نہیں اور اس کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے کوئی بات کرے اور اس میں جھوٹ بولے، ہلاکت ہے اس کے لیے، ہلاکت ہے اس کے لیے!" [29]

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

"بسا اوقات انسان محض لوگوں کو ہنسانے کے لیے کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کے باعث وہ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ نیچے (جہنم کی گہرائی میں) جا گرتا ہے۔"[30]

واضح رہے کہ جھوٹ بہر حال جھوٹ ہے؛ جس طرح سنجیدگی کی حالت میں اس کا بولنا حرام ہے، اسی طرح مزاح و تفریح میں بھی اس کا ارتکاب حرام ہے۔ بہت سے لوگ مذاق میں جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں، جو کہ سراسر غلط ہے۔

لہٰذا اگر سیرتِ طیبہ سے مزاح کے ایسے واقعات کو جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب مرتب ہو سکتی ہے، لیکن یہاں بطورِ تمثیل ان چند واقعات کو بیان کرنے کا مقصود صرف اتنا ہے کہ اس امر کو واضح کیا جا سکے...

اول: اسلام انسان کی فطرت پر کوئی غیر ضروری قدغن نہیں لگاتا

دوم: رسول اللہ ﷺ کے اپنے صحابہ کے ساتھ بہت بے تکلفانہ تعلقات تھے

سوم: رسول اللہ ﷺ کا اپنے صحابہ کے ساتھ مزاح کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ صحابہ آپ سے ذہنی طور پر بہت قریب ہو گئے تھے اور آپ کی ہر قسم کی بات سنتے تھے اور مانتے تھے

چہارم: مزاح کا انسانی طبیعت پر سب سے بڑی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ مزاح کرنے والے کا غصہ بھی برداشت کر لیا جاتا ہے

پنجم: مزاح کا ایک اہم ترین فائدہ ذہنی دباو میں کمی کا سبب بنتا ہے۔ شاگرد اگر اپنے گھریلو مسئلے کی وجہ سے ذہنی دباو میں ہے تو اس سے مزاح کی وجہ سے اس کا ذہنی دباو کم ہو جائے گا اور وہ اپنی کلاس میں بھرپور توجہ دے گا۔

ششم: مزاح کا طالب علم کی ذہنی نشوونما میں بہت اہم کردار ہوتا ہے۔

سوم: رسول اللہ ﷺ بطور معلم، ایک عمومی تعارف

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ کے بہت سے زریں پہلو ہیں اور ان میں سے ایک انتہائی عظیم پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے آپ ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید میں یہ دعا ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (31)

اے ہمارے رب! انہی میں سے ایک رسول ان کی طرف مبعوث فرمایئے جو ان کے لیے آپ کی آیات تلاوت کریں انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ کریں آپ تو بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں بڑے جامع انداز میں ایک معلم کے بنیادی کردار، تعلیم وتدریس کے بنیادی مقاصد اور تعلیمی پالیسی کو مکمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس دعا کی قبولیت کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (32)

"جیسا کہ ہم نے تم میں سے ایک رسول تمہاری طرف مبعوث کیا وہ تمہارے لیے ہماری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تمہیں وہ کچھ سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔"

اسی مضمون میں سورہ آل عمران اور سورۃ الجمعۃ کی آیات بھی موجود ہیں اور یہ قبولیت احادیث میں بھی مذکور ہے۔

ان تمام آیات میں رسول اللہ ﷺ کا جو تعارف کروایا گیا اس کے لیے درج ذیل کلمات بطور خاص استعمال کیے گئے: ''وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ'' اور یہی مضمون ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

إن الله لم يبعثني معنتا، ولا متعنتا، ولكن بعثني معلما ميسرا (33)

"بلاشک وشبہ اللہ نے مجھے لوگوں کو جھڑکنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔"

ان تمام آیات واحادیث میں لفظ معلم استعمال ہوا جو کہ سہ حرفی "ع ل م" سے ماخوذ ہے جس کے اردو میں معروف مشتقات درج ذیل ہیں: علم، تعلیم، معلم، معلوم، وغیرہ۔

یہ بات قابل غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تعارف کے لیے یہی ایک اصطلاح استعمال کی گئی جبکہ عربی میں مدرس اور استاد کی اصطلاح بھی معروف ہے اور قرآن مجید اور احادیث میں اس کا استعمال بھی ملتا ہے۔ اس امر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس حوالے سے تین بنیادی اصطلاحات کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیں تاکہ بات واضح ہو جائے۔

1) معلم (تعلیم) لغوی معنی ادراک حقیقت ہے لیکن اصطلاحی استعمال کے اعتبار سے اس میں تدریس اور تربیت دونوں عناصر بھرپور انداز میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو قرآن اور حکمت کی تعلیم دی یعنی انہیں قرآن اور حکمت پڑھائی اور تربیت آپ کی تعلیم کا ایک لازمی جزو ہے جیسا کہ سینکڑوں اور ہزاروں احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

2) مدرس (تدریس) اس کا عمومی استعمال پڑھانا، سمجھانا اور یاد کروانا ہے، (34) یعنی اس لفظ کو اگر ہم تعلیمی ماحول کے ساتھ اور نصاب کے ساتھ خاص کر لیں تو مناسب ہو گا۔ (35)

3) مربی (تربیت): اس اصطلاح کا عمومی استعمال کمرہ جماعت کے داخل اور خارج کے لیے کیا جاسکتا ہے یعنی تربیت کا عمل کمرہ جماعت کے علاوہ ہر جگہ ممکن ہے کھیل کا میدان، بازار وغیرہ جہاں ایک استاد مل جائے وہاں وہ اپنے شاگرد کو رہنمائی دینا شروع کر دیتا ہے نصیحت کرتا ہے تو یہ عمل تربیت کا ہے

اب اگر ان تینوں اصطلاحات کو جمع کیا جائے تو اصطلاح "تعلیم" میں تدریس اور تربیت دونوں عناصر شامل ہیں جبکہ تدریس کا تعلق کمرہ جماعت سے اور تربیت کا تعلق زیادہ تر کمرہ جماعت کے خارجی ماحول سے ہے۔ اس اصطلاح کے عصری استعمال کے مطابق "معلم" ابتدائی جماعت میں پڑھانے والے استاد کو کہا جاتا ہے اور کالجز و جامعات میں "استاد" جس کا انگریزی مترادف professor ہے یا پھر ہائی سیکنڈری سکولز میں مدرس جسے انگریزی میں teacher کہا جاتا ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کا تعارف بطور معلم کروایا نہ کہ مدرس یا مربی کیونکہ معلم میں یہ دونوں کیفیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔اس حوالے سے ایک کتاب ''نبی کریم بحیثیت معلم'' جو کہ معروف دینی سکالر اور پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی نے تالیف کی، معرکہ الآراء معلومات کی حامل کتاب ہے۔اس کتاب میں ڈاکٹر فضل الہی حفظہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو بطور مثالی معلم پیش کیا، جس میں ان کا اپنے شاگردوں سے تعلق ورشتہ، آپ ﷺ کے اسلوب تعلیم، آپ کے استعمال کردہ تعلیمی وسائل ودیگر موضوعات کو مفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

چہارم: رسول اللہ ﷺ کا دوران تدریس اسوہ مزاح ومفید اثرات

جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا تعارف بطورِ معلم کروایا گیا اور معلم میں تدریس وتربیت دونوں کیفیات شامل ہیں۔ چونکہ عہدِ رسالت میں باقاعدہ ورسمی طرزِ تعلیم یا مدارس نہیں تھے، لیکن زمانی ومکانی قیود سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی تدریس وتربیت پر ہزاروں احادیث شاہد ہیں جن سے ہم اس امر پر استدلال کریں گے۔

کیفیتِ اول: رسول اللہ ﷺ نے سلسلۂ تعلیم کو کسی مخصوص وقت میں محدود نہیں کیا تھا، بلکہ آپ ﷺ کو جب بھی مناسب موقع میسر ہوتا، تعلیم دیتے تھے اور اس میں دن اور رات کی کوئی تفریق نہ تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث پر عنوان درج کیا: "باب السمر في العلم" (یعنی سونے سے قبل رات کو علمی گفتگو کا باب)۔اسی طرح ایک اور باب کا عنوان رکھا:"باب السمر في الفقه والخير بعد العشاء"۔مذکورہ بالا ابواب میں درج کردہ احادیث کی نوعیت سے معلوم ہوتا ہے کہ معلم کا سلسلۂ تعلیم غیر رسمی طور پر بھی مستقل جاری رہتا ہے۔

کیفیتِ دوم: رسول اللہ ﷺ نے سلسلۂ تعلیم کو کسی خاص مقام یا جگہ میں محصور نہیں کیا، بلکہ جہاں بھی موقع میسر آتا، آپ ﷺ تعلیم دیتے تھے۔اس حوالے سے کتبِ احادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد، مقامِ منیٰ، دورانِ سفر، میدانِ جہاد، اپنے گھر، حتیٰ کہ ایک خاتون کے گھر میں بھی سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھا۔اس کی تفصیلات کتبِ احادیث میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

کیفیتِ سوم: رسول اللہ ﷺ نے اپنے فیضِ علم کو کسی مخصوص گروہ یا جماعت میں محصور نہیں کیا تھا، بلکہ زیادہ سے زیادہ طبقوں اور مختلف عمروں کے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔

سابقہ کیفیات کی طرح سیرتِ طیبہ کی طرف جب رجوع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سلسلۂ تعلیم کے لیے عمر کی کوئی رسمی قید مقرر نہیں کی تھی۔اس حوالے سے اہل خانہ کو تعلیم کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں؛ رشتہ دار، دوست احباب، بچے، یہاں تک کہ عورتیں بھی بلا تخصیص وتفریق رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت سے فیضیاب ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اپنے صحابہ کی تعلیم وتربیت پر مبنی واقعات سے جو فوائد اخذ کیے جاسکتے ہیں، انہیں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

رسول اللہ ﷺ کی معاشرے کے ہر طبقے کے افراد تک رسائی تھی: لہٰذا ایک استاد کی رسائی اپنے تمام طلبہ تک ہونی چاہیے اور اس حوالے سے اس کا مزاج رفق ولین (نرمی وشائستگی) پر مبنی ہونا چاہیے۔سیرت سے اس کی مثال وہ معروف حدیث ہے جس میں آپ ﷺ ایک بوڑھی عورت کے جنت میں جانے کی دعا کرنے پر بتاتے ہیں کہ بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہوسکتی:

> رُوِيَ أَن النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لعجوز: «إن الجنَّة لَا يدخلهَا عَجُوز» ، فَوَلَّتْ تبْكي، قَالَ: " أَخْبرُوهَا أَنَّهَا لَا تدْخلهَا وَهِي عَجُوز، إِن الله سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى يَقُولُ: ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴾»(36)
>
> "بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔اس نے عرض کیا کہ بوڑھی عورتوں نے کیا گناہ کیا ہے؟(یہ عورت قرآن پڑھا کرتی تھی)۔آپ ﷺ نے فرمایا:'کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ ہم انہیں دوبارہ پیدا کریں گے (اس طرح کہ) وہ نوجوان ہوں گی، ہم عمر ہوں گی، اور ان کے دلوں میں اپنے شوہروں کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوگی؟"

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایک بوڑھی عورت کی جنت کے بارے میں معلومات میں اضافے کے لیے اسلوبِ مزاح اختیار فرمایا اور اسے دخولِ جنت کی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

خوشخبری سنائی۔ اگر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی تعلیم وتربیت میں تبسم ومزاح کا اسلوب اختیار نہ فرماتے تو حاضرین کے لیے آپ ﷺ سے میل جول اور ملاقات مشکل ہو جاتی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«كَانَ أَصْحَابُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَاشَدُونَ الشِّعْرَ، وَيَتَذَاكَرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ سَاكِتٌ، فَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ» (37)

"میں ایک سو سے زائد مرتبہ مسجدِ نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسے موقع پر حاضر ہوا ہوں کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام شعر وشاعری اور زمانۂ جاہلیت کے مختلف موضوعات پر گفتگو کر رہے ہوتے اور قسم قسم کی باتیں یاد کر کے ہنس رہے ہوتے، اور بسا اوقات آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ مسکرا رہے ہوتے۔"

ایک مرتبہ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: "کیا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہنسا کرتے تھے؟" آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

«إِنَّ مِنْ أُمَّتِي لَرِجَالًا الْإِيمَانُ أَثْبَتُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجِبَالِ الرَّوَاسِي» (38)

"ہاں! مگر اللہ کی قسم، ایمان ان کے دلوں میں مضبوط اور مستحکم پہاڑوں سے بھی زیادہ قائم تھا۔"

اور بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَادَحُونَ بِالْبِطِّيخِ، فَإِذَا كَانَتِ الْحَقَائِقُ كَانُوا هُمُ الرِّجَالَ»

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ بطورِ مزاح ایک دوسرے کی طرف تربوز پھینکتے تھے، مگر جب کوئی اہم یا سخت معاملہ (میدانِ عمل) پیش آجاتا تو وہی حقیقی مردِ میدان ہوا کرتے تھے۔" (39)

رسول اللہ ﷺ اپنے شاگردوں (صحابہ) کے ساتھ مزاح کرتے تھے لیکن حدِ اعتدال کو ملحوظِ خاطر رکھتے تھے: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے عمدہ اخلاق کی گواہی دی ہے، اور ہنسنا مسکرانا، خوشی کا اظہار کرنا، بشاشت کے ساتھ کسی سے ملنا جلنا اور اپنے اصحاب کے ساتھ ہنسی مزاح کرنا وہ صفاتِ حمیدہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا ایک نمایاں حصہ تھیں۔ آپ ﷺ کا سب سے اہم تعارف آپ ﷺ کا معلم ہونا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ہے جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوڑ لگاتی ہیں تو جیت جاتی ہیں، لیکن عرصہ دراز بعد کسی غزوہ کے دوران رسول اللہ ﷺ پھر دوڑ لگاتے ہیں اور جیت جاتے ہیں۔ آپ ﷺ جیتنے کے بعد ہنسنے لگے اور فرمانے لگے:

«هَذِهِ بِتِلْكَ»

"یہ جیت گزشتہ ہار کا بدلہ ہے!" (40)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«اعْلَمْ أَنَّ الْمُزَاحَ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ هُوَ الَّذِي فِيهِ إِفْرَاطٌ وَيُدَاوَمُ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُورِثُ الضَّحِكَ وَقَسْوَةَ الْقَلْبِ وَيَشْغَلُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَالْفِكْرِ فِي مُهِمَّاتِ الدِّينِ، وَيَؤُولُ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ إِلَى الْإِيذَاءِ وَيُورِثُ الْأَحْقَادَ وَيُسْقِطُ الْمَهَابَةَ وَالْوَقَارَ، فَأَمَّا مَنْ سَلِمَ مِنْ هَذِهِ الْأُمُورِ فَهُوَ الْمُبَاحُ الَّذِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ عَلَى النُّدْرَةِ لِمَصْلَحَةٍ تُطَيِّبُ نَفْسَ الْمُخَاطَبِ وَمُؤَانَسَتِهِ، وَهُوَ سُنَّةٌ مُسْتَحَبَّةٌ» (41)

"جان لو کہ ممنوع مزاح وہ ہے جو حد سے زیادہ ہو اور اس پر مداومت کی جائے؛ کیونکہ یہ بہت زیادہ ہنسنے اور دل کے سخت ہونے کا باعث بنتا ہے، ذکرِ الٰہی سے غافل کرتا ہے اور اہم دینی امور میں غور وفکر سے باز رکھتا ہے۔ بسا اوقات یہ ایذا رسانی تک پہنچاتا ہے، بغض وعناد پیدا کرتا ہے اور رعب ووقار کو ختم کر دیتا ہے۔ لیکن جو شخص ان امور سے محفوظ رہے تو اس کے لیے وہ مزاح مباح ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے کبھی کبھار کسی مصلحت کے پیشِ نظر مخاطب کو بے تکلف اور مانوس بنانے کے لیے کیا، اور یہ سنتِ مستحبہ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کسی بھی اعتبار سے کمزور صحابہ کے ساتھ مزاح کرتے تھے تاکہ انہیں اعتماد دیا جا سکے: رسول اللہ ﷺ کے مزاح کا ایک واقعہ ہمیں ایک ایسے شاگرد کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے جو قوتِ اعتماد سے محروم اور اپنی تدریس / تربیت میں کمزور ہو، کہ کیسے اسے احساسِ کمتری اور کمزوری کی کیفیت سے باہر نکالنا ہے۔ ذرا یہ واقعہ پڑھیے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی صحابی زاہر بن حرام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے لیے کچھ دیہاتی اشیاء بطورِ ہدیہ لایا کرتے تھے اور آپ ﷺ بھی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

واپسی پر انہیں کچھ شہری اشیاء بطورِ ہدیہ عنایت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "زاہر ہمارا دیہات کا گماشتہ ہے اور ہم اس کے شہر کے گماشتہ ہیں۔" آپ ﷺ زاہر سے بڑی محبت فرماتے تھے، جبکہ زاہر ایک ظاہری طور پر معمولی شکل وصورت کے آدمی تھے۔ ایک دن آپ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو زاہر کو اپنا سامان بیچتے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ نے ان کو پیچھے سے اپنے ساتھ اس طرح چمٹا لیا کہ اپنے دونوں ہاتھ ان کی بغلوں کے نیچے سے لے جا کر ان کی آنکھوں پر رکھ دیے تاکہ وہ پہچان نہ پائیں۔ (یہ اچانک کیفیت دیکھ کر) زاہر نے کہا: "کون ہے؟ مجھے چھوڑو!" پھر انہوں نے کوشش کر کے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا، اور پہچانتے ہی اپنی پیٹھ نبی کریم ﷺ کے سینۂ مبارک سے مزید چمٹانے لگے۔ ادھر نبی کریم ﷺ یہ صدا بلند کرنے لگے: "ارے! کوئی اس غلام کا خریدار ہے؟" اس پر زاہر نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! بخدا آپ مجھے کھوٹا سکہ (کم قیمت) پائیں گے۔" اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لیکن تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹا سکہ نہیں ہے!" (42)

یعنی استاد اپنے ایسے شاگرد سے مزاح کرتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ وہ باقی طلبہ کے ساتھ مل کر زندگی کی دوڑ میں باقاعدہ حصہ لے سکے۔

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں داخل ہوتے وقت صحابہ کے آداب میں مزاح کا عمل دخل تھا: بعض اساتذہ کمرۂ جماعت میں داخل ہونے کے بعد کسی طالب علم کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے یا انتہائی سخت رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اصولی موقف اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اسلوب نرم ہونا چاہیے، جیسا کہ اس واقعہ سے ملتا ہے:

«عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ وَقَالَ، فَقُلْتُ: أَكُلِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: كُلُّكَ، فَدَخَلْتُ» (43)

"عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا: 'اندر آ جاؤ۔' میں نے (مزاح کے طور پر) عرض کیا: 'اے اللہ کے رسول! کیا میں پورا اندر داخل ہو جاؤں؟' (چونکہ خیمہ چھوٹا تھا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: 'ہاں، پورے ہی داخل ہو جاؤ!' چنانچہ میں داخل ہو گیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ صحابہ سے اس قدر بے تکلف تھے کہ صحابہ بھی آپ ﷺ سے مزاح کر لیا کرتے تھے۔ یعنی طلبہ کو اس قدر اپنے قریب ضرور کیا جائے کہ وہ حفظِ مراتب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مزاح کر سکیں۔ (جگہ کی قلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان صحابی رضی اللہ عنہ نے جس محبت کے ساتھ مزاح کیا، رسول اللہ ﷺ نے کمالِ اخلاق مندی سے انہیں کے مزاحیہ اسلوب میں جواب دیا)۔

واضح رہے کہ جس ماحول میں مزاح کلی طور پر ختم ہو جائے وہاں سامعین اور طلبہ کی قوتِ اخذ انتہائی کم ہو جاتی ہے، کیونکہ خوف عمومی طور پر منفی کیفیت مرتب کرتا ہے اور اسے متوازن کرنے کے لیے امید کا پہلو اس کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ اگر ہم تدریسی مجالات میں 'امید' کو مزاح سے اور 'خوف' کو خشونت (سختی) سے تعبیر کریں، تو بات واضح ہو سکتی ہے کہ ان دونوں میں مناسب توازن ہی تعلیم و تربیت میں کامیابی کا سبب بنتا ہے۔ بنیادی طور پر مزاح خود اعتمادی کو بڑھاتا ہے اور ذہنی تناؤ کو دور کرتا ہے۔

اسالیبِ تدریس میں استاد کا طلبہ کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے کے لیے تمہید سے آغاز کرنا: اگر تمہید کے طور پر شروعات مزاح سے کی جائے تو اس کا ایک اضافی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سامعین کی توجہ مزاح کرنے والے کی طرف فوری مبذول ہو جاتی ہے۔ یہ تناؤ کی سطح کو کم کرتی ہے اور ماحول کو خوشگوار بناتی ہے۔ خلوص سے ہنستے ہوئے ہم گہرے سانس لیتے ہیں، خون آکسیجن سے سیر ہوتا ہے، قوتِ مدافعت میں اضافہ ہوتا ہے، اور اینڈورفنز جیسے ہارمونز (جن کی وجہ سے امن وسکون کا احساس ہوتا ہے) فعال طور پر پیدا ہونے لگتے ہیں۔

ایک استاد کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے موضوع کی مناسبت سے اچھے مزاح نگاروں کی کتب کا مطالعہ کرتا رہے: تاکہ وہ جابجا اپنی گفتگو میں اس کا استعمال کرتے ہوئے اپنی تدریس کو جاذب اور پرکشش بنا سکے۔

فن تدریس میں مزاح کے حوالے سے چند قواعد وضوابط

1. **استاد مزاح ضرور کرے لیکن اس مزاح میں دین کی کسی تعلیم کا مذاق نہیں ہونا چاہیے:** ایسا کرنے سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

تعالیٰ ہے:

"وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ"(44)

"اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی مذاق اور کھیل کود کر رہے تھے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرنا کفر ہے، اس عمل سے بندہ ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا ہے۔"(45)

2. **استاد ایسا کوئی مزاح نہ کرے جس میں جھوٹ ہو:** رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسا سکے، اس کے لیے تباہی اور ہلاکت ہے!"(46)

ایک اور روایت میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بندہ (بسا اوقات) ایسی بات کہہ جاتا ہے تاکہ اپنے پاس بیٹھے لوگوں کو ہنسا سکے، اور اس بات کی وجہ سے جہنم میں اتنا دور جا گرتا ہے جتنا دنیا سے ثریا (ستارہ)۔"(47)

مذکورہ احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ مزاح کے طور پر جو گفتگو کی جائے وہ صحیح اور سچی ہونی چاہیے؛ خوش طبعی کے لیے جھوٹ کا سہارا لینا مذموم ہے۔

3. **کسی بھی طالب علم کا تمسخر اور استہزا مقصود نہ ہو:** یہ ایک حرام اور ناجائز عمل ہے جسے شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ..." (48)

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم کا تمسخر نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ (جن کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے) ان سے بہتر ہوں..."

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس سے مراد لوگوں کو حقیر و کمتر سمجھنا اور ان کا مذاق اڑانا ہے، یہ ایک حرام کام اور منافقین کی صفت ہے۔"(49)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الإیمان میں روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لوگوں کا تمسخر اور ٹھٹھا اڑانے والوں کے لیے (بطورِ حسرت) جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور ان میں سے ایک کو کہا جائے گا: 'آ جاؤ!' جب وہ اپنے غم و کرب اور تکلیف کے عالم میں دروازے کے قریب پہنچے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا۔"(50)

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ کسی کے ساتھ استہزا کا معاملہ نہ کیا جائے جس سے اس کی توہین و تذلیل ہو رہی ہو یا اسے حقیر سمجھا جائے:

"الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ» (51)

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے؛ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔"

4. **کسی طالب علم کو بطورِ مذاق ڈرانا یا دھمکانا مناسب نہیں ہے:** امام ابو داود رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے، ان میں سے ایک شخص سو گیا تو ایک فرد نے اس کے پاس موجود رسی سے اسے چھیڑا (یا پکڑا)، جس پر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ڈرائے۔"(52)

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا سامان کھیل کود (مذاق) میں نہ لے اور نہ ہی سنجیدگی میں۔"(53)

5. **مزاح کیفیت اور زمانی اعتبار سے حدِ اعتدال کے اندر رہنا چاہیے، ورنہ کمرۂ جماعت کا ماحول تعلیمی نہیں رہتا:** بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ مزاح وقتی اور کچھ دیر کی خوش طبعی کے لیے ہونا چاہیے، نہ کہ اسے مستقل طور پر اختیار کر لیا جائے؛ کیونکہ اصل مزاج سنجیدگی ہے اور مزاح کی صرف رخصت دی گئی ہے۔ بعض اساتذہ سنجیدگی اور مزاح میں فرق نہیں کرتے؛ علوم و فنون پڑھاتے ہوئے درمیان میں اتفاقی طور پر حسبِ موقع کوئی ایک یا چند جملے بطورِ مزاح کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اسے مستقل عادت بنا لینا کہ وہی استاد کی پہچان بن جائے، کسی استاد کے لیے قطعاً مناسب نہیں ہے۔

مستقل طور پر مزاح میں لگے رہنا ممنوع ہے، کیونکہ یہ زیادہ ہنسنے کا سبب، قلب کے بگاڑ کا ذریعہ اور ذکرِ الٰہی سے اعراض کا موجب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار ہی مزاح فرماتے تھے، وہ بھی کسی خاص مصلحت یا مخاطب کو مانوس کرنے کے لیے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ" (54)

"زیادہ نہ ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔"

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

حضرت قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا: "کیا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہنسا کرتے تھے؟" انھوں نے فرمایا: "ہاں! بیشک! وہ ہنسنے کے موقع پر ہنستے تھے، لیکن اس وقت بھی ان کے قلوب میں ایمان پہاڑ سے زیادہ عظیم ہوتا تھا۔"

اگر مزاح کے پہلوؤں پر مشتمل کوئی مفید اور سبق آموز کہانی ہو تو اسے افادیاتی نقطۂ نظر سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ جیسے ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عرب کی عورتوں اور ان کے شوہروں کا قصہ سنایا جو کتبِ احادیث میں "حدیثِ امِ زرع" کے نام سے معروف ہے۔

6. **دورانِ مزاح استاد اور شاگرد دونوں حفظِ مراتب کا خیال رکھیں:** مزاح کے دوران دائرۂ ادب ملحوظ رکھا جائے۔ بسا اوقات طالب علم استاد سے مذاق کرتے ہوئے دائرۂ ادب سے باہر نکل جاتا ہے، حالانکہ احترام کا رشتہ برقرار رہنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ..." (55)

"اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں یہ امر بھی شامل ہے کہ باریش (بزرگ) مسلمان کی تکریم کی جائے۔"

امام طاؤس رحمہ اللہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "عالم کی عزت و توقیر کرنا سنت ہے۔" اگر تعلیمی ماحول میں استاد کو عالم کے مقام پر رکھا جائے تو استاد کی عزت و احترام میں یہ امر بھی شامل ہے کہ شاگرد کے لیے اس سے مزاح کی ایک حد مقرر ہو، اور دونوں کے درمیان ایک حدِ فاصل قائم رہنا لازم ہے۔

7. **کلاس میں ایسے طلبہ سے مذاق کرنے سے اجتناب کیا جائے جن کی ذہنی سطح کم ہو:** ایک حکیم اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "اے پیارے بیٹے! مذاق میں میانہ روی اختیار کرو؛ اس میں افراط سے کام لینے سے وقار و ہیبت ختم ہو جاتی ہے اور کم عقل لوگ تمہارے سامنے بے باک ہو جاتے ہیں۔" (56)

8. **مزاح میں غیبت اور چغل خوری کی قطعاً اجازت نہیں ہے:** کیونکہ غیبت اور چغل خوری مطلقاً حرام ہیں۔ عصرِ حاضر میں مزاح کی غالب صورتیں اس قبیح اور ناپاک جرم سے خالی نہیں ہوتیں۔ غیبت کی شرعی تعریف یہ بیان کی گئی ہے:

"ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ" (57)

"اپنے مسلمان بھائی کا اس انداز میں تذکرہ کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔"

لہٰذا غیبت اور چغل خوری ایک بہت بڑا اخلاقی و شرعی جرم ہے، مزاح کرتے وقت اس سے مکمل پرہیز کیا جانا چاہیے۔

واضح رہے کہ اسلام کے تصورِ مزاح کا مقصد محض وقت گزاری نہیں بلکہ تربیتی مقاصد کا حصول ہے۔ اسلام نے مزاح کے نام پر جھوٹ، تہمت، مبالغہ آمیزی اور دوسروں کی نقل اتارنے (تمسخر) کی اجازت نہیں دی ہے۔ اسی لیے اسلام نے مزاح کے حوالے سے صرف انہی کیفیات کی اجازت دی ہے جن میں جسمانی یا روحانی فوائد پوشیدہ ہوں؛ جبکہ جو امور محض ضیاعِ وقت کا ذریعہ ہوں، فکرِ آخرت سے غافل کرنے والے ہوں، یا دوسروں کے ساتھ دھوکے، فریب اور ایذا رسانی پر مبنی ہوں، ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلامی نظام کوئی خشک نظام نہیں جس میں تفریحِ طبع اور زندہ دلی کی گنجائش نہ ہو، بلکہ وہ فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ اور فطری مقاصد کو مثبت انداز میں بروئے کار لانے والا دین ہے۔

سفارشات و تجاویز

1. اساتذہ کو چاہیے کہ وہ روایتی اور خشک طرزِ تدریس کے بجائے سیرتِ طیبہ سے ماخوذ متنوع اسالیب جیسے تمہید، سوال و جواب، روزمرہ مثالوں اور حکمت پر مبنی قصص کا استعمال کریں۔
2. اساتذہ کو چاہیے کہ وہ کلاس روم کا ماحول خوفناک بنانے کے بجائے بحسبِ موقع لطیف خوش طبعی سے کام لیں تاکہ طلبہ کا ذہنی دباؤ دور ہو اور وہ آمادگی کے ساتھ تعلیمی عمل میں حصہ لیں۔
3. دورانِ تدریس مزاح کے نام پر جھوٹ بولنے، کسی طالب علم کے نقائص کا مذاق اڑانے، تمسخر کرنے یا اسے خوفزدہ کرنے سے سخت پرہیز کیا

جائے۔

4. استاد اور شاگرد کے درمیان خوش طبعی کے باوجود ادب و احترام کی حدود اور حفظِ مراتب قائم رہنا چاہیے تاکہ بے باکی کی وجہ سے تعلیمی ماحول کا وقار مجروح نہ ہو۔
5. اساتذہ تعلیمی یا جسمانی طور پر کمزور اور شرمیلے ہبلط کے ساتھ خصوصی شفقت اور ہلکے پھلکے مزاح کے ذریعے ان کے احساسِ کمتری کو دور کریں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں۔
6. حسِ مزاح کو مستقل عادت نہ بنایا جائے اور نہ ہی اس میں اس حد تک غلو کیا جائے کہ استاد کا رعب اور علمی ہیبت ختم ہو جائے، بلکہ اعتدال کو پیشِ نظر رکھا جائے۔
7. تعلیمی اداروں اور پالیسی سازوں کو چاہیے کہ اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کے پروگراموں میں "نبوی تدریسی نفسیات" اور "اسالیبِ تدریس" کو نصاب کا حصہ بنائیں۔

خاتمہ بحث:

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا تعلیمی و تربیتی پہلو اساتذہ کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ یہ موضوع تحقیق کے بعد اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اگر تدریس میں حسِ مزاح کو شریعتِ مطہرہ کے مقرر کردہ ضوابط (سچائی، احترام، اعتدال اور عدمِ تمسخر) کے اندر رہتے ہوئے استعمال کیا جائے تو یہ تعلیمی عمل کو زیادہ مؤثر، دلچسپ اور بامقصد بناتا ہے۔ ایک کامیاب معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقار اور خوش طبعی کا متوازن امتزاج قائم رکھ کر طلبہ کی علمی اور اخلاقی نشوونما کو یقینی بنائے۔

حوالہ جات

(1) ٹی ریمنٹ، مترجم محمد عثمان، اصول تعلیم، مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر، حیدرآباد دکن، 1347ھ، ص:440

(2) محمد اکرام خان، تعلیم نظریہ اور عمل، مکتبہ جامعہ نئی دھلی، 2011ء، ص:47

(3) ریاض احمد، ڈاکٹر، تعلیم و تدریس کے روشن پہلو، عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی، 2011ء، ص:195

(4) سورۃ الکہف:6

(5) محمد اکرام خان، تعلیم نظریہ اور عمل، ص:198

(6) العراقي،عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر بن إبراهيم ، أبو الفضل زين الدين، المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، دار ابن حزم، بيروت – لبنان، الأولى، 1426 هـ - 2005 م، ص:70

(7) ہربرٹ سورینسن، مترجم ڈاکٹر سلامت اللہ، تعلیم میں نفسیات کی اہمیت، نیشنل بک ترسٹ، نئی دلی، انڈیا، 1978ء، ص:751

(8) سورة الطارق: 1-2

(9) سورة الدهر: 1

(10) سورة الصف: 10

(11) مسلم ،مسلم بن الحجاج ،ابوالحسين القشيرى النيسابورى ، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الغيبة، حديث: 2589، محقق: محمد فؤاد عبد الباقى ، عيسى البابى الحلبى ، القاهرة، 1374 هـ/ 1955 م

(12) الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة، أبو عيسى، جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص، حديث: 2418،تحقيق: أحمد شاكر - محمد فؤاد عبد الباقي - إبراهيم عطوة عوض، مطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر، الثانية، 1395هـ

(13) البخاري، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، أبو عبد الله الجعفي، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه المعروف بـ"صحيح البخاري"، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، حديث: 1386، تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة - بيروت، الأولى، 1422هـ

(14) المغربى، نعمان بن محمد، قاضى ، دعائم الإسلام، تحقيق، آصف بن علي أصغر فيضي، دار المعارف، 1383هـ/ 1913ء، (136/1)

(15) البخاري، صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ذكر الطعام، حديث: 5427

(16) سورة العنكبوت: 41

(17) البخاري، صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة، حديث: 528 ومسلم، صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب فضل الصلوات الخمس، حديث: 667

(18) البخاري،صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ: بعثت أنا والساعة كهاتين"، حديث: 6504

(19) أحمد، أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد الله الشيباني، مسند أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، حديث: 3652، تحقيق: مجموعة من العلماء بإشراف: عبد الله التركي، مؤسسة الرسالة، الأولى، 1421هـ

(20) البخاري،صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حديث : 4112

(21) الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة، أبو عيسى، جامع الترمذي، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في صنائع المعروف، حديث: 1956

(22) سورة الحجرات: 11

(23) الترمذي، جامع الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في المزاح، حديث: 1991

(24) أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق، الأزدي السِّجِسْتاني، سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما جاء في المزاح، حديث: 5002، تحقيق: شعيب الأرنؤوط - محمد كامل قره بللي، دار الرسالة العالمية - دمشق، الأولى، 1430هـ

(25) سورة الواقعة: 35–36

(26) الغزالي، محمد بن محمد الطوسي، أبو حامد، إحياء علوم الدين، دار المعرفة-بيروت، (129/3)

(27)الألباني، محمد بن نوح، ناصر الدين الأرنؤوطي، ضعيف الجامع الصغير وزيادته، حديث: 1893، المشرف على طبعه: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي

(28) الترمذي، جامع الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في المزاح، حديث: 1990

(29) أبو داود، سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، حديث: 4990

(30) البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخراساني، أبو بكر، شعب الإيمان، حديث:4492، حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه: الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد، وأشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه: مختار أحمد الندوي، صاحب الدار السلفية ببومباي – الهند، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند، الأولى، 1423 هـ - 2003 م

(31) سورة البقرة : 129
(32) سورة البقرة : 151
(33) مسلم، صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب بيان أن تخيير امرأته لا يكون طلاقا إلا بالنية، حديث:1478
(34) مجمع اللغة العربية، المعجم الوسيط، دار الدعوة، ص: 279
(35) أحمد مختار عبد الحميد عمر، الدكتور، معجم اللغة العربية المعاصرة، عالم الكتب، الأولى، 1429 هـ/ 2008 م (737/1)
(36) البغوي، الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء، محيي السنة أبو محمد، شرح السنة، كتاب الاستئذان، باب المزاح، حديث:3606، تحقيق: شعيب الأرناؤوط ومحمد زهير الشاويش، المكتب الإسلامي- بيروت ، الثانية، 1403هـ/1983م
(37) الترمذي، جامع الترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في إنشاد الشعر، حديث: 2850
(38) القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكر، الأنصاري، شمس الدين، أبو عبد الله، الجامع لأحكام القرآن، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، دار الكتب المصرية - القاهرة، الثانية، 1384هـ، (270/5)
(39) البخارى،محمد بن اسماعيل بن ابراہیم،ابوعبد الله الجعفى،الأدب المفرد، باب المزاح، حديث:266، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقى، دار البشائر الاسلامية- بيروت ، الثالثہ، 1409ھ/ 1989م
(40) احمد، مسند احمد بن حنبل، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها، حديث: 262777
(41) الملاعلى القارى، على بن سلطان محمد، ابو الحسن نور الدين الهروى، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح- تحقيق: جمال عيتانى، دار الكتب العلميہ - بيروت، 2001ء (3061/7)
(42) التبريزي، محمد بن عبد الله العمري، ولي الدين أبو عبد الله الخطيب، مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب المزاح، حديث: 4889، تحقيق: محمد ناصر الدين الألباني، المكتب الإسلامي - بيروت، الثالثة، 1985هـ
احمد، مسند احمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك رضي الله عنه، حديث: 12648
(43) التبريزي، مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب المزاح، حديث: 4890
أبو داود، سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما جاء في المزاح، حديث: 5000
(44) سورة التوبة: 65
(45) ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام الحرانـي، تقي الدين، أبو العباس، مجموع الفتاوى، تحقيق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، ومساعده: ابنه محمد، مجمع الملك فهد - المدينة النبوية، 1425هـ (273/7)
(46) أبو داود، سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، حديث: 4990
(47) احمد، مسند احمد بن حنبل، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، حديث: 11331
(48) سورة الحجرات: 11
(49) ابن كثير، إسماعيل بن عمر الدمشقي، أبو الفداء، تفسير القرآن العظيم المعروف"تفسير ابن كثير"، تحقيق: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة - الرياض، الثانية، 1420هـ، (376/7)
(50) البيهقي، شعب الإيمان، حديث: 6333 (109/9)
(51) مسلم، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، حديث: 2564
(52) ابو داود، سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب فيمن يأخذ الشيء على المزاح، حديث: 5004
(53) أبو داود، سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب فيمن يأخذ الشيء على المزاح، حديث: 5003

(54) الترمذي، جامع الترمذي، أبواب الزهد، باب من اتقى المحارم فهو أعبد الناس، حديث: 2305
(55) أبو داود، سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم، حديث: 4843
(56) الخادمى، محمد بن محمد بن مصطفى بن عثمان، أبو سعيد الحنفي، بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية وشريعة نبوية في سيرة أحمدية، مطبعة الحلبي، 1348هـ، (16/4)
(57) مسلم، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الغيبة، حديث: 2589

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

المصادر والمراجع

1. الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة، أبو عيسى، جامع الترمذي، تحقيق: أحمد شاكر - محمد فؤاد عبد الباقي - إبراهيم عطوة عوض، مطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر، الثانية، 1395هـ
2. ٹی ریمنٹ، مترجم محمد عثمان، اصول تعلیم، مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر، حیدرآباد دکن، 1347ھ
3. محمد اکرام خان، تعلیم نظریہ اور عمل، مکتبہ جامعہ نئی دھلی، 2011ء
4. ریاض احمد، ڈاکٹر، تعلیم و تدریس کے روشن پہلو، عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی، 2011ء
5. العراقي،عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر بن إبراهيم ، أبو الفضل زين الدين، المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، دار ابن حزم، بيروت – لبنان، الأولى، 1426 هـ - 2005 م
6. ہربرٹ سورینسن، مترجم ڈاکٹر سلامت اللہ، تعلیم میں نفسیات کی اہمیت، نیشنل بک ترسٹ، نئی دلی، انڈیا، 1978ء
7. مسلم ،مسلم بن الحجاج ،ابوالحسين القشيرى النيسابورى ، صحيح مسلم، محقق: محمد فؤاد عبد الباقى ، عيسى البابى الحلبى ، القاهرة، 1374 ھ/ 1955 م
8. البخاري، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، أبو عبد الله الجعفي، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول ﷺ وسننه وأيامه المعروف بـ"صحيح البخاري"، تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة - بيروت، الأولى، 1422هـ
9. المغربى، نعمان بن محمد، قاضى ، دعائم الإسلام، تحقيق، آصف بن علي أصغر فيضي، دار المعارف، 1383هـ/ 1913م
10. أحمد، أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد الله الشيباني، مسند أحمد بن حنبل، تحقيق: مجموعة من العلماء بإشراف: عبد الله التركي، مؤسسة الرسالة، الأولى، 1421هـ
11. أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق، الأزدي السِّجِسْتاني، سنن أبي داود، تحقيق: شعيب الأرنؤوط - محمد كامل قره بللي، دار الرسالة العالمية - دمشق، الأولى، 1430هـ
12. الغزالي، محمد بن محمد الطوسي، أبو حامد، إحياء علوم الدين، دار المعرفة-بيروت
13. الألباني، محمد بن نوح، ناصر الدين الأرنؤوطي، ضعيف الجامع الصغير وزيادته، حديث: 1893، المشرف على طبعه: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي
14. البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخراساني، أبو بكر، شعب الإيمان، حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه: الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد، وأشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه: مختار أحمد الندوي، صاحب الدار السلفية ببومباي – الهند، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند، الأولى، 1423 هـ - 2003 م
15. أحمد مختار عبد الحميد عمر، الدكتور، معجم اللغة العربية المعاصرة، عالم الكتب، الأولى، 1429 هـ/ 2008 م
16. البغوي، الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء، محيي السنة أبو محمد، شرح السنة، تحقيق: شعيب الأرناؤوط ومحمد زهير الشاويش، المكتب الإسلامي- بيروت ، الثانية، 1403هـ/1983م
17. القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكر، الأنصاري، شمس الدين، أبو عبد الله، الجامع لأحكام القرآن، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، دار الكتب المصرية - القاهرة، الثانية، 1384هـ
18. البخارى،محمد بن اسماعيل بن ابراہیم،ابوعبد الله الجعفى،الأدب المفرد، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقى، دار البشائر الاسلامية- بيروت ، الثالثة، 1409ھ/ 1989م
19. الملا على القارى، على بن سلطان محمد، ابو الحسن نور الدين الهروى، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح- تحقيق: جمال عيتانى، دار الكتب العلميہ - بيروت، 2001ء
20. التبريزي، محمد بن عبد الله العمري، ولي الدين أبو عبد الله الخطيب، مشكاة المصابيح، تحقيق: محمد ناصر الدين الألباني، المكتب الإسلامي - بيروت، الثالثة، 1985هـ
21. ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام الحراني، تقي الدين، أبو العباس، مجموع الفتاوى، تحقيق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، ومساعده: ابنه محمد، مجمع الملك فهد - المدينة النبوية، 1425هـ
22. ابن كثير، إسماعيل بن عمر الدمشقي، أبو الفداء، تفسير القرآن العظيم المعروف"تفسير ابن كثير"، تحقيق: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة - الرياض، الثانية، 1420هـ
23. الخادمى، محمد بن محمد بن مصطفى بن عثمان، أبو سعيد الحنفي، بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية وشريعة نبوية في سيرة أحمدية، مطبعة الحلبي، 1348هـ